فہرست

تمہید.. 3
پہلی بات: اعمال کی قسمیں 4
اعمال دنیا... 4
اعمال طاعت یا اعمال آخرت.. 5
دوسری بات: بدعت کو سمجھنے کا ایک قاعدہ 5
تیسری بات: بدعت - چند اصولی باتیں.. 6
شرعی مسائل کے حل کے ذرائع 8
قرآن و سنت... 8
خلفائے راشدین کے اقوال حجت ہیں 8
صحابہ کرام معیار حق ہیں اور ان کا اجماع حجت ہے.. 8
خیر القرون کا تعامل بھی حجت ہے.. 9
اجماع امت بھی حجت ہے.. 10
بدعت کی تعریف.. 11
فی الدین، للدین کا فرق 11
بدعت کی قسمیں.. 12
دلیل عام، دلیل خاص... 13
جو چیز بدعت نہ ہو وہ بدعت کیسے بنتی ہے 14
شریعت کے بتائے ہوئے کسی عمل کو اس کے موقع محل سے ہٹانا 14
شرعی دلیل کے بغیر اپنی طرف سے کسی کام کو نیکی کا سمجھ کر کرنا 14
شریعت کے بتائے ہوئے کسی کام میں اپنی طرف سے قید بڑھانا................................ 15
بزرگان دین کے اعمال کو دینی اعمال بنانا.. 16
بدعات میں خوبی... 16
بدعت حسنہ کا مفہوم 17
بدعت حسنہ کی تردید رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے.. 19
بدعت اور مباح میں فرق.. 20
کسی کام کا منع نہ ہونا اس کے جائز ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا............................... 21
ایک اہم اصول.. 22

سنت کی حیثیت رسول اللہ ﷺ کی نظر میں 22
رسول اللہ ﷺ کا کسی عمل کو نہ کرنا بھی سنت ہے جیسا آپ ﷺ کا کرنا سنت ہے 23
بدعات کا سبب 24
صحابہ کرام کا رد بدعت 24
مثال 1: عقیقے میں اونٹ کی قربانی 25
مثال 2: چاشت کی نماز اجتماعی طور پر ادا کرنا بدعت ہے 25
مثال 3: زور سے بسم اللہ پڑھنا 25
مثال 4: بیٹھ کر خطبہ دینا بدعت ہے 26
مثال 5: اجتماعی ذکر 26
مثال 6: فجر کی سنتوں کے بعد دو رکعتوں سے زیادہ نماز پڑھنا 26
مثال 7: خطبے کے وقت دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرنا 27
مثال 8: تثویب کا رد 27
بدعت کی نحوست 28
بدعتی سے رسول اللہ ﷺ لاتعلق ہیں 28
بدعتی کا کوئی عمل قبول نہیں 28
بدعتی رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نہ پائے گا 29
بدعتی پر توبہ کا دروازہ بند ہے 29
اہل سنت و اہل بدعت کی پہچان 29

تمہید

سنن ترمذی، کتاب العلم میں حضرت عرباض بن ساریہ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے ہمیں نماز پڑھائی اور پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے اور ہمیں نہایت مؤثر انداز میں نصیحت فرمائی کہ ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور دلوں میں خوف پیدا ہوگیا۔ ایک شخص نے عرض کیا:

حدیث 1

یارسول اللہ کان ھذہ موعظۃ مودع فماذا تعھد الینا

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ یہ تو گویا کسی رخصت کرنے والے کی سی نصیحت ہے، تو آپ ہمیں کیا وصیت فرماتے ہیں

"گویا یہ تو کسی رخصت کرنے والے کی سی نصیحت ہے"، مطلب یہ ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے سفر آخرت پر روانہ ہونے سے قریب کا واقعہ ہے۔ نصیحت کی درخواست پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو چند وصیتیں فرمائیں۔ ان میں جو آخری وصیت یہ تھی:

فانہ من یعش منکم بعدی فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء المھدیین الراشدین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ

ترجمہ: میرے بعد جو تم میں سے زندہ رہے گا عنقریب وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا (حاشیہ: 1) (تو تم میں سے جو یہ زمانہ پائیں) تو تم میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنتوں کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اور دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا اور دین میں نئی نئی باتوں (بدعات) سے بچنا اس لیے کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے

یہ گویا رسول اللہ ﷺ کی اپنے امتیوں کے لیے وصیت تھی جس میں یہ خبر دی گئی کہ آپ ﷺ کے بعد اختلافات سامنے آئیں گے اور ایسے موقع پر بچنے کی ایک ہی راہ ہے اور وہ ہے رسول اللہ ﷺ کی سنت اور آپ کے خلفائے راشدینؓ کی سنت۔ اس وصیت میں امت کو یہ ہدایت بھی کی گئی کہ بدعتوں سے بچنا ہے کیوں کہ بدعت گمراہی ہے۔ سنن نسائی کی روایت میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں:

کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار (کتاب صلاۃ العیدین)

ترجمہ: ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی (کا انجام) آگ ہے

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے خطبے میں فرمایا کرتے تھے:

حدیث 2

اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمد وشر الامور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ (مسلم، کتاب الجمعۃ)

1: اس میں یہ نکتہ بھی ہے کہ بدعات اختلافات کا سبب ہوتی ہیں۔ یہ ایک ایسا نکتہ ہے جس کو سامنے رکھ کر انسان بہت آسانی سے اہلسنت و الجماعت اور اہل بدعت میں فرق جان سکتا ہے۔ وہ جن کی "دینداری" اختلافات کو پھیلانے سے چلتی ہو ان سے بچنے ہی میں عافیت ہے۔

ترجمہ: (حمد و صلوۃ کے بعد سمجھو) کہ بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے اور بدترین ایجاد بدعتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے

ان تمام روایات سے بدعت کی سنگینی کا پتہ چلتا ہے جس کے بعد ہر مسلمان کو چاہیے کہ بدعت سے بچے تاکہ اپنی عاقبت سنوار سکے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

آیت 1

الذین ضل سعیھم فی الحیاۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا (الکھف:104)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش دنیا ہی میں برباد ہوگئی اور وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں

یہ بدعت کا انجام ہے کہ انسان اپنے خود تراشیدہ اعمال کو نیکی سمجھ کر خوش ہوتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک ان کے اعمال کا نہ کوئی وزن ہے نہ ثواب بلکہ الٹا گناہ ہے۔

بدعت کس کو کہتے ہیں؟ شریعت نے اس سے کیوں منع فرمایا؟ اس مضمون میں اسی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس موضوع کو پورے طور پر سمجھنے کے لیے چند باتیں سمجھنا ضروری ہیں۔ جو ترتیب وار پیش خدمت ہیں۔

پہلی بات: اعمال کی قسمیں

ایک مسلمان جو اعمال کرتا ہے ان کی دو بنیادی قسمیں ہیں:

1) اعمال دنیا

2) اعمال طاعت

اعمال دنیا

یہ وہ کام ہیں جو انسان دنیا کے لیے کرتا ہے جیسے تجارت زراعت ملازمت وغیرہ۔ ان اعمال کے کرنے میں اس کے پیش نظر دنیا کا فائدہ ہوتا ہے یہ وہ اعمال ہیں جن کی محنت یہاں اور صلہ بھی یہاں ملتا ہے (حاشیہ:2)۔ ان کاموں کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

حدیث 3

انتم اعلم بامور دنیاکم (صحیح مسلم، کتاب الفضائل)

ترجمہ: تم اپنے دنیا کے امور بہتر جانتے ہو

2: گو ان اعمال میں شریعت کی تعلیمات کو پیش نظر رکھنے سے ان پر اجر ملتا ہے ۔مثلا: سچا تاجر آخرت میں انبیا کے ساتھ ہوگا۔

اعمال طاعت یا اعمال آخرت

یہ وہ کام ہیں جو انسان آخرت میں اجر کی امید پر کرتا ہے۔ آخرت میں اجر کی امید پر کئے گئے اعمال انسان دو طریقوں سے کرتا ہے۔ ایک وہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی سنت اور صحابہ کرامؓ کے طریقے کے مطابق کیے جاتے ہیں۔ ان کو اعمال طاعات کہہ سکتے ہیں۔

دوسرے وہ اعمال ہیں جو کیے تو آخرت میں اجر کی امید پر ہیں لیکن یہ وہ اعمال ہیں جو لوگ خود بنا لیتے ہیں۔ ان اعمال کا کوئی ثبوت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے یہاں سے نہیں ملتا۔ ان کو بدعات کہا جاتا ہے۔

اعمال گویا تین قسم کے ہوئے:

1) ایک وہ جن کی محنت یہاں اور صلہ بھی یہیں متوقع ہوتا ہے۔ یہ اعمال دنیا ہیں۔

2) دوسرے وہ جن کی محنت یہاں (دنیا میں) اور جزا و صلہ وہاں (آخرت) ملے گا۔ یہ اعمال طاعات ہیں جو سنت کے مطابق کیے جاتے ہیں۔

3) تیسرے وہ اعمال ہیں جن کی محنت یہاں مگر ان کی جزا نہ اس دنیا میں نہ آخرت میں۔ یہ بدعات ہیں۔ یہاں اس لیے نہیں کہ وہ کیے ہی آخرت کے لیے گئے تھے اور آخرت میں اس لیے نہیں کہ وہ اعمال سنت کے مطابق نہیں کیے جاتے۔ ان اعمال کی مثال وہی ہے جو سورۃ کہف کی مذکورہ آیت (آیت 1، ص 4) میں بیان کی گئی ہے۔

دوسری بات: بدعت کو سمجھنے کا ایک قاعدہ

دوسری بات جو اس موضوع کو سمجھنے میں اہم ہے وہ یہ کہ ایسے تمام کام جن کا سبب آپ ﷺ کے زمانے میں موجود تھا اور اس پر کوئی مانع (رکاوٹ) بھی نہ تھا اور اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے نہ کیے تو ایسا کرنا بدعت ہے۔ البتہ اگر کسی کام کا آپ ﷺ کے زمانے میں سبب موجود تھا لیکن کسی عارضی وجہ سے عمل میں نہیں آیا اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد وہ سبب جاتا رہا تو ایسے کام بھی دائرہ بدعت سے خارج ہیں۔

مثال 1:

سیدنا عمرؓ کا تراویح کی نماز کو جاری کرنا: سیدنا عمرؓ کا تراویح کی نماز کو جاری کرنا بھی اسی نوعیت کا کام تھا۔ تراویح آپ ﷺ نے اپنی حیات مبارک میں باجماعت چند روز پڑھی لیکن فرض ہوجانے کی اندیشے کی وجہ سے جماعت سے ترک فرما دی۔ چنانچہ صحیح بخاری، کتاب الجمعہ میں آتا ہے:

حدیث 4

لکنی خشیت ان تفرض علیکم فتعجزوا عنھا

ترجمہ: لیکن میں اس بات سے ڈرا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے، پھر تم سے یہ ادا نہ ہو سکے

یعنی تراویح کی اصل موجود تھی، سیدنا عمرؓ نے صرف اس کو منظم طور پر نافذ کردیا۔

مثال 2:

قرآن پاک کا ایک مصحف میں جمع کرنا: قرآن پاک کو ایک کتاب کی شکل میں جمع کرنا آپ ﷺ کے وصال کے بعد ہوا۔ لیکن اس کام کی اصل شریعت میں موجود تھی اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ قرآن کریم کو لکھنے کا حکم فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کے وصال کے وقت وہ متفرق طور تحریری شکل میں موجود تھا۔ صحابہ کرامؓ نے حفاظت کی غرض سے اکٹھا کردیا۔

مثال 3:

حدیث شریف کا لکھنا: اس کی اصل بھی موجود تھی۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض صحابہ کرامؓ کو حدیث لکھنے کی اجازت عطا فرمائی تھی۔ بعد کے مسلمانوں نے احادیث کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے ان کو لکھ لیا۔

تیسری بات: بدعت - چند اصولی باتیں

بدعت کی تعریف سے پہلے یہ چند اصولی باتیں بھی جاننا ضروری ہے۔ ان باتوں کو جان لینے کے بعد بدعت کے مسئلے میں صحیح بات سمجھ میں آجاتی ہے۔

1) بدعت سے مراد بدعت شرعی ہے نہ کہ بدعت کا لفظی مفہوم۔

2) حدیث 1 میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے اسوہ کا تقابل بدعت سے کیا ہے یعنی بدعت کا لفظ سنت کے مقابل ہے۔ جو چیز سنت ہے وہ بدعت نہیں ہوسکتی اور جو چیز بدعت ہو وہ سنت نہیں ہوسکتی۔ سنت کے دائرے میں ہر وہ چیز شامل ہے جن پر ان تین زمانوں میں جن کے خیر ہونے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے اطلاع دی بغیر کسی روک ٹوک کے مسلمانوں کا عمل درآمد رہا۔ (دیکھیے حدیث 11، ص 9)

3) بدعت کا موضوع تعبدی امور (عبادت والے کام) ہیں۔ یہ وہ کام ہیں جو نیکی سمجھ کر کیے جاتے ہیں اور انسان کو اس پر اجر کی امید ہوتی ہے۔ ان کے مختلف درجات ہیں جیسے فرض، واجب، سنت اور مستحب وغیرہ۔ اعمال کے یہ سب درجے شریعت مقرر کرتی ہے۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ اسلام میں سب عبادات توقیفی (ت و ق ی ف ی) ہیں یعنی ان کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے ملتا ہے۔ اپنی طرف سے کوئی عمل گھڑنا اور نیکی سمجھ کر کرنا بدعت ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کے تمام نام، جن کا پڑھنا نیکی ہے، توقیفی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے ثابت ہیں۔ لیکن کوئی شخص اپنی طرف سے اللہ کا کوئی نام نہیں رکھ سکتا۔ اس کو یوں بھی کہتے ہیں کہ تعبدی امور میں نقل موجود ہونا ضروری ہے۔ تعبدی امور طاعات اور بدعات میں تقسیم ہیں۔

4) عادات (دنیاوی امور) بدعت کا موضوع نہیں ہیں۔ عادات و معاملات (دنیاوی امور) انسان خود ترتیب دیتے ہیں۔ یہ انسانوں کے اپنے ماحول اور تجربات سے بنتے ہیں۔ اسی لیے ہر ملک و علاقے میں یہ مختلف ہوتے ہیں(حاشیہ:3)۔ دنیاوی امور میں نظر

3: بدعات کا بھی یہی معاملہ ہوتا ہے۔ ہر علاقے اور ہر ملک میں بدعات مختلف ہوتی ہیں۔ سنت البتہ ہر جگہ ایک ہی رنگ لیے ہوئے ہوتی ہے۔

ضرورت پر ہوتی ہے۔ یہ امور جائز اور ناجائز میں تقسیم ہیں۔ ان میں اصل اباحت ہے، یعنی جائز ہیں جب تک شریعت سے منع ثابت نہ ہوجائے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

حدیث 5

انتم اعلم بامور دنیاکم

ترجمہ: تم اپنے دنیا کے امور بہتر جانتے ہو

5) بدعت کا تعلق مسائل سے ہے ذرائع سے نہیں۔ اصل چیز مسئلہ ہے نہ کہ ذریعہ۔ وقت و حالات کے تحت ذرائع بدل سکتے ہیں، مثلاً:

- صاحب استطاعت پر حج فرض ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں اونٹوں کے ذریعے مکہ مکرمہ پہنچا جاتا تھا۔ ہمارے دور میں مکہ مکرمہ پہنچنے کے دیگر ذرائع استعمال ہوتے ہیں۔ اصل چیز مکہ مکرمہ پہنچنا ہے نہ کہ ذریعہ۔
- قرآن کریم صحیح پڑھنا دین کا مسئلہ ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے قرآن کے الفاظ پر اعراب (زیر، زبر پیش وغیرہ) لگانا مسائل میں سے نہیں ہے ذرائع میں سے ہے۔
- اسی طرح دین کی حفاظت کا مسئلہ ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے دینی مدارس کا قیام ذرائع میں سے ہے مسائل سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

مسائل اور ذرائع کے اس فرق کو سامنے رکھیں تو یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ:

- مسجدوں میں گھڑی پنکھے وغیرہ لگانا ایک ضرورت ہے دین نہیں۔ یہ ذرائع ہیں مسائل نہیں۔
- وقت کے قومی ملی اور دینی تقاضوں کے لیے مجالس و اجتماعات بھی ذرائع ہیں خود دین نہیں۔
- دنیاوی کام اور نئی نئی ایجادات سب اس سے نکل گئیں اس لیے کہ یہ بھی دین نہیں۔

اوپر بیان کیے گئے پانچ امور کو سامنے رکھ کر کسی چیز کے شرعی بدعت ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور جو چیز شرعی بدعت ثابت ہوگئی اس سے بچنا ضروری ہے۔ کیونکہ وہ دین میں اضافہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

حدیث 6

من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو رد (صحیح البخاری، کتاب الصلح)

ترجمہ: جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز نکالی جو اس میں نہیں تو وہ رد ہے

ایک اور روایت میں آتا ہے:

من احدث فی دیننا مالیس منه فھو رد

ترجمہ: جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی تو وہ مردود ہوگی

شرعی مسائل کے حل کے ذرائع

رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد آنے والے امتیوں کے لیے دینی مسائل کا حل ڈھونڈنے کے لیے اور سنت کو بدعت سے الگ کرنے کے لیے بالکل واضح تعلیمات دی ہیں۔ ان تعلیمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اہلسنت و الجماعت دینی مسائل کے حل کے لیے مندرجہ ذیل ذریعوں کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ اہلسنت و الجماعت کے نزدیک یہ ذریعے دینی مسائل کے حل کا ماخذ (ذریعے) اور حجت ہیں۔ مجموعی طور پر ان کو قرآن، سنت، اجماع، قیاس کہا جاتا ہے۔

قرآن و سنت

رسول اللہ ﷺ نے سفر آخرت پر روانہ ہونے سے پہلے صحابہ کرامؓ کو دو چیزوں کو تھامنے کی ہدایت فرمائی تھی اور ضمانت دی کہ جب تک وہ ان دو چیزوں سے دین پر عمل کریں گے تو وہ کبھی گمراہ نہ ہوں گے۔ وہ دو چیزیں ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ۔ مؤطا امام مالک میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حدیث 7

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله وسنة نبيه (مؤطا امام مالك)

ترجمہ: میں نے دو چیزیں تمہارے درمیان چھوڑی ہیں جب تک ان (دونوں) کو مضبوطی سے تھامے رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہوگے، وہ ہیں: کتاب اللہ اور اس کے نبی کی سنت

مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حدیث 8

ترکت فیکم ایها الناس ما ان اعتصمتم به فلن تضلوا ابدا کتاب الله وسنة نبيه

ترجمہ: اے لوگو، میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں تم جب تک ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہ ہوگے، ایک اللہ کی کتاب اور (دوسری) اس کے رسول ﷺ کی سنت

خلفائے راشدین کے اقوال حجت ہیں

سنن ترمذی میں حضرت حذیفہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حدیث 9

انی لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا باللذین من بعدی واشار الی ابی بکر وعمر (سنن الترمذی کتاب الدعوات،صحیح)

ترجمہ: مجھ کو نہیں معلوم کہ تم لوگوں میں کب تک (زندہ) رہوں گا سو تم لوگ ان کی اقتدا (اتباع) کرنا جو میرے بعد ہوں گے۔" اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ فرمایا

صحابہ کرام معیار حق ہیں اور ان کا اجماع حجت ہے

حدیث 10

عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله وان بني اسرائيل تفرقت على ثنتين وسبعين ملة وتفترق امتي على ثلاث وسبعين ملة كلهم فى النار الا ملة واحدة قالوا ومن هي يا رسول الله قال ما انا عليه واصحابي (الحديث) (سنن الترمذی، کتاب الایمان، حسن)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمروؓ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اور یقینا بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی سب کے سب فرقے دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک فرقے کے'' پوچھا گیا وہ کون سا فرقہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ جو میرے طریقے پر ہوں گے اور میرے صحابہؓ کے طریقے پر۔''

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جیسے رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کی سنت ہمارے لیے مشعل ہدایت ہے اسی طرح ما انا علیہ واصحابی کے ارشاد کے تحت حضرات صحابہؓ کے اقوال و اعمال بھی اہلسنت و الجماعت کے لیے حق کا معیار ہیں (حاشیہ: 4)۔

خیر القرون کا تعامل بھی حجت ہے

صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ کی ایک روایت میں آتا ہے:

حدیث 11

سال رجل النبی صلى الله عليه وسلم اى الناس خير قال القرن الذى انا فيه ثم الثانى ثم الثالث (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة رضی الله تعالی عنهم)

ترجمہ: ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کون لوگ بہتر ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ قرن بہتر ہے جس میں میں ہوں پھر دوسرا (قرن) اور پھر تیسرا (قرن)۔''

حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حدیث 12

اوصیکم باصحابی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم یفشو الکذب (سنن الترمذی، کتاب الفتن)

ترجمہ: میں تمہیں اپنے صحابہ کے بارے میں وصیت کرتا ہو پھر ان کے بارے میں جو ان کے بعد ہوں گے (یعنی تابعی) پھر ان کے بارے میں جو ان کے بعدہوں گے (یعنی تبع تابعی) پھر جھوٹ عام ہوجائے گا

حدیث 13

عن جابر بن سمرة قال خطبنا عمر بن الخطاب بالجابية فقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قام فينا مثل مقامي فيكم فقال احفظوني فى اصحابي ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يفشو الكذب حتى يشهد الرجل وما يستشهد ويحلف وما يستحلف (سنن ابن ماجه کتاب الاحکام، صحیح)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک دن ہم سے خطاب کیا اور فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ ایک بار کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''میرے صحابہ کی عزت کرو کیونکہ وہ تم میں سب سے پسندیدہ لوگ ہیں پھر وہ لوگ جو

4: یہ حدیث اہلسنت والجماعت کے نام کی بنیاد ہے۔

ان کے بعد ہوں گے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے اس کے بعد جھوٹ کا ظہور ہو گا یہاں تک کہ ایک شخص گواہی دے گا بغیر اس کے کہ اس کو ایسا کرنے کے لیے کہا جائے اور ایک شخص قسم اٹھائے گا بغیر اس کے اس کو ایسا کرنے کے لیے کہا جائے"

ان روایات سے معلوم ہوا کہ خیر القرون یعنی بہترین دور تین ہیں۔ پہلا قرن (صدی) صحابہ کرامؓ کا دوسرا ان کے شاگرد (تابعین) کا اور پھر ان کے شاگرد (تبع تابعین) کا۔ یہی وہ تین ادوار ہیں جن میں خیر غالب رہے گی اس کے بعد شر عام ہوجائے گا۔ ان کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ خودبخود گواہی دیتے پھریں گے اور امانت میں خیانت کریں گے۔

یہ تین دور 220ھ تک رہے۔ اور چونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان تین زمانوں کے لوگوں کو خیرالقرون (بہترین زمانے کے لوگ فرمایا اس لیے ان زمانوں میں بغیر کسی روک ٹوک کے جس چیز پر مسلمانوں کا عمل درآمد رہا وہ سنت کے دائرے میں آتی ہے۔ حدیث 11، ص 9میں اور حدیث 12، ص 9 میں ان حضرات کی سلامتی کی نبوی دلیل ہے۔

یہاں اتنی وضاحت ضروری ہے کہ یہ ادوار اپنے غالب مزاج کے اعتبار سے خیر و سلامتی کے ادوار تھے۔ یہ نہیں کہ ان میں کسی برائی یا خرابی کا وجود ہی نہ تھا۔ مقصود ان روایتوں کا یہ ہے کہ ان ادوار کے علمائے کرام آنے والے زمانوں کی نسبت حق اور سچائی کے علمبردار ہوں گے۔ حدیث 11 اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ سوال کرنے والے نے اچھے لوگوں کے متعلق دریافت کیا تھا جس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے ان تمام ادوار کی طرف اشارہ فرما دیا جن میں خیر غالب ہوگی۔ حدیث 12 میں بھی صحابہ اور تابعین و تبع تابعین کے خیر ہونے کی خبر دی گئی ہے کہ نہ ان کے زمانے کے ہر ہر فرد کی۔ واللہ تعالی اعلم۔

اجماع امت بھی حجت ہے

خلفائے راشدینؓ کی سنت اور حضرات صحابہ کرامؓ کے اجماع کے بعد امت مسلہ کے جید علما کے اجماع و اتفاق کا درجہ ہے۔ اللہ تعالی نے اس امت کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا:

آیت 2

كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر (آل عمران:110)

ترجمہ: (مومنو) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو

آیت 3

ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدىٰ ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولىٰ ونصله جهنم وساءت مصيرا (النساء:115)

ترجمہ: اور جو شخص سیدھا رستہ معلوم ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے

اس تمہید کے بعد اب بدعت کی تعریف دیکھتے ہیں۔

بدعت کی تعریف

لغت کے اعتبار سے لفظ بدعت، بدع سے نکلا ہے جس کے معنی نئی چیز ایجاد کرنے کے ہیں خواہ وہ عبادت سے متعلق ہو یا عادات (دنیاوی امور) سے۔ لیکن شریعت کی اصطلاح میں بدعت کا معنی ہے دین میں کوئی نیا طریقہ نکالنا ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے زمانے میں اس کا سبب موجود ہونے کے باوجود نہ قولا ثابت ہو نہ فعلا نہ صراحتا اور نہ اشارتا اور اسے دین بنایا جائے اور نیکی و ثواب سمجھ کر کیا جائے۔ یہی وہ بدعت ہے جس کو بدعت ضلالہ، بدعت قبیحہ یا بدعت سئیہ کہا جاتا ہے۔ اس کی پھر دو قسمیں ہیں جو آگے بیان ہوتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ فرما گئے ہیں:

من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو رد (صحیح البخاری، کتاب الصلح)

ترجمہ: جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز نکالی جو اس میں نہیں تھی تو وہ رد ہے

البتہ جو چیز رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہو خواہ رسول اللہ ﷺ نے خود اس کو کیا ہو یا صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کے روبرو کیا ہو اور آپ ﷺ نے منع نہ کیا ہو وہ سنت ہے اور جو چیز آپ ﷺ کے زمانے میں نہیں ہو اس میں بھی ہر چیز بدعت نہیں بلکہ اس کی تفصیل یوں ہے کہ اگر دنیاوی ضرورتوں سے اس کا تعلق ہو وہ بھی بدعت نہیں بشرطیکہ شریعت کی کسی اور دلیل سے وہ منع ہوجائے۔ جیسے شربت پینا منع نہیں کہ وہ دنیا سے متعلق ہے۔ سگریٹ نوشی بھی دنیاوی چیز ہے لیکن منع ہے اس لیے کہ وہ نقصان دہ چیز ہے اور شریعت نقصان دہ چیزوں کے استعمال سے منع فرماتی ہے۔

لیکن اگر اس چیز کا تعلق عبادت سے ہے تو اگر وہ صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے دور میں پیدا ہوئی اور ان حضرات نے اطلاع ہونے پر اس سے منع نہیں فرمایا تو وہ بھی بدعت نہیں۔ اگر ان حضرات نے اس سے منع فرمایا تو پھر وہ عمل بدعت ہوگا۔

فی الدین، للدین کا فرق

سنت و بدعت کی بحث میں ایک اہم نکتہ فی الدین اور للدین کا فرق ہے۔ فی الدین اور للدین کا فرق اگر پیش نظر نہ رہے تو بدعت کے تعین میں مغالطہ ہوجاتا ہے۔ یہ نکتہ حدیث 6، ص 7 میں فی امرنا (ہمارے دین میں) سے واضح ہوتا ہے۔ حوالے کے لیے حدیث شریف دوبارہ پیش خدمت ہے۔

من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو رد (صحیح البخاری، کتاب الصلح)

ترجمہ: جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز نکالی جو اس میں نہیں تھی تو وہ رد ہے

ایک اور روایت میں آتا ہے:

من احدث فی دیننا ما لیس منه فھو رد

ترجمہ: جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی تو وہ مردود ہوگی

جاننا چاہیے کہ ہر نئی بات کو بدعت ممنوعہ نہیں کہا جاسکتا بلکہ جو عمل فی الدین(دین کے اندر) یعنی دین قرار دے کر اور عبادت کی طرح اور رضائے الٰہی کا ذریعہ سمجھ کر کیا جائے حالانکہ شریعت میں اس کی کوئی دلیل نہ ہو، نہ قرآن و سنت سے نہ قیاس سے نہ اجتہاد سے، جیسے عیدین کی نماز میں اذان اور اقامت کا اضافہ کرنا تو یہ بدعت ہے۔ البتہ وہ کام اس شکل میں شریعت میں موجود نہ ہو لیکن اس کی اصل دین میں موجود ہو اور یہ کام اس سے مستنبط (اخذ) ہو اس صورت میں وہ بدعت شمار نہ ہوگا۔ سیدنا عمرؓ کا تراویح کی نماز جاری کرنا اس کی مثال ہے۔ تراویح رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارک میں باجماعت ادا فرمائی تھی، سیدنا عمرؓ نے فقط رسول اللہ ﷺ کے عمل کا ازسر نو اجرا فرمایا۔ یہاں سے یہ معلوم ہوگیا کہ جو عبادت رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرامؓ سے قولا ثابت ہو یا فعلا یا صراحتا یا اشارتا وہ بھی بدعت نہیں ہوسکتی۔

اسی طرح جو نیا کام للدین (دین کے لیے، نہ کہ دین کے اندر) ہو یعنی دین کے استحکام اور مضبوطی اور دینی مقاصد کی تکمیل اور ان کو حاصل کرنے کے لیے ہو اسے بدعت ممنوعہ نہیں جاسکتا۔ جیسے قرآن شریف جمع کرنے کا مسئلہ، قرآن میں اعراب لگانا، کتب حدیث کی تالیف، اسی طرح احکام فقہ کا مدون کرنا، مدارس کا قیام، خانقاہوں کی تعمیر، تعلیمی اور تبلیغی انجمنوں کا قیام، جدید ہتھیاروں کا حاصل کرنا وغیرہ بدعت نہیں۔ یہ سب احداث فی الدین (دین کے اندر نئی بات) نہیں بلکہ احداث للدین(دین کے لیے نئی بات)ہیں۔ مثلا رسول اللہ ﷺ کے دور میں مدارس کا وجود نہیں تھا۔ لیکن دینی علوم کی حفاظت کے تقاضوں نے علما کی تیاری کا تقاضا پیدا کردیا جس کی وجہ سے مدارس کا نظام قائم کیا گیا۔ لیکن اس طرح کے کام خود اپنی ذات میں عبادت نہیں ہیں۔ یہ کام اس اعتبار سے عبادت ہیں کہ ان سے حفاظت دین میں مدد ملتی ہے۔ اگر آج کوئی اور ذریعہ وجود میں آجائے جس سے دینی علوم کی حفاظت ہوسکے تو پھر مدارس کی ضرورت نہیں رہے گی۔ غرض یہ کہ کسی دینی تقاضے اور مقصد کو پورا کرنے کے لیے بضرورت زمان و مکان کوئی نئی صورت اختیار کرلینا منع نہیں ہے۔ یہ احداث فی الدین نہیں بلکہ احداث للدین ہے اور منع احداث فی الدین ہے نہ کہ احداث للدین۔

اسی طرح عادات اور دنیوی ضروریات کے لیے جو نئے نئے آلات اور طریقے روزمرہ ایجاد ہوتے رہتے ہیں یہ لغوی اعتبار سے بدعت ہیں ان کا شرعی بدعت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ ایسے اعمال بطور عبادت اور ثواب کی نیت سے اختیار نہیں کیے جاتے یہ سب جائز ہیں جب تک وہ کسی شرعی حکم کے مخالف نہ ہوں۔ مثلا کوئی انسان سفر کے لیے گاڑی کے بجائے ہوائی جہاز اس لیے اختیار نہیں کرتا کہ اس میں زیادہ ثواب ملے گا۔

للدین اور فی الدین یہ کا فرق اگر اوجھل ہوجائے تو پھر انسان کو بدعت کو سمجھنے اور ماننے میں مغالطہ ہوجاتا ہے۔

بدعت کی قسمیں

1) بدعت اعتقادی

2) بدعت عملی

بدعت اعتقادی: بدعت اعتقادی یہ ہے کہ کوئی شخص یا جماعت ایسے نظریات رکھے جو رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ و تبع تابعینؒ کے خلاف ہوں۔ عقیدے کی بدعت بعض اوقات کفریہ ہوتی ہے جس کی ایک مثال قادیانیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ بعض اعتقادی بدعتیں کفر تو نہیں مگر گمراہی ضرور ہیں۔

عملی بدعت: عملی بدعت یہ ہے کہ عقیدے میں تو تبدیلی نہ ہو مگر بعض ایسے اعمال اختیار کیے جائیں جو رسول اللہ ﷺ، خلفائے راشدین اور صحابہؓ سے منقول نہ ہوں۔

اعمال کی بدعت کی ایک اور قسم ہے کہ اعمال کے ڈھانچے تو وہی ہوں جو شریعت سے ثابت ہیں لیکن ان کا رکھ رکھاؤ اور ظاہری اہتمام پہلے سے کچھ بدل جائے جو پچھلوں کے عمل سے ثابت نہ ہو۔ مثلا تہجد کی نماز رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کے دور میں عام طور پر گھروں میں پڑھی جاتی تھی۔ اب اگر اسے اعلان و اہتمام کے ساتھ باجماعت مسجد میں پڑھا جانے لگے تو یہ ایک نیا عمل سمجھا جائے گا۔ جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمرؓ مسجد میں حضرت ام المؤمنین کے حجرے کی طرف بیٹھے تھے۔ ان کو بتایا گیا کہ کچھ لوگ چاشت کی نماز جماعت سے پڑھ رہے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا: "یہ بدعت ہے۔" (دیکھیے حدیث 30، ص 25) چاشت کی نماز (صلوۃ الضحی) رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے لیکن لوگوں نے جب اسے مسجد میں اہتمام سے باجماعت پڑھنا شروع کیا، جو ایک مسنون عمل کی شکل میں اپنی طرف سے تبدیلی کرنا تھا۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے اس کے اس اہتمام کی وجہ سے اس کے بدعت ہونے کا فتوی دے دیا۔

دلیل عام، دلیل خاص

بدعت کے موضوع کو سمجھنے کے لیے یہ بات سمجھنا بھی ضروری ہے کہ کوئی بھی عمل جو عبادت طور پر کیا جاتا ہے اس کے لیے شریعت سے دلیل درکار ہوتی ہے۔ صرف اتنی دلیل کافی نہیں ہوتی کہ شریعت میں اس پر منع نہیں آئی۔ نہ ہی کسی عام دلیل سے وہ خاص عمل جائز ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس کو اختیار کرنے کے لیے تفصیلی دلیل درکار ہوتی ہے۔ تفصیلی دلیل کے بغیر وہ عمل بدعت بن جائے گا۔ اس کو یوں بھی کہتے ہیں کہ عام احکامات سے خاص اعمال ثابت نہیں ہوتے۔ مثلا: اوپر چاشت کی نماز باجماعت ادا کرنے کا واقعہ بیان کیا گیا اس کے جائز ہونے کے لیے یہ دلیل کافی نہیں کہ چاشت کی نماز شریعت سے ثابت ہے (یہ عام دلیل ہوئی)۔ اس واقعے میں چاشت کی نماز یا کسی نفل نماز کو جماعت سے ادا کرنے کا ثبوت درکار تھا (یہ تفصیلی دلیل ہوئی)۔ یقیناً ایسی کوئی تفصیلی دلیل موجود نہیں تھی جس کی وجہ سے جلیل القدر صحابیؓ نے اس عمل کو بدعت قرار دے دیا۔

ایک اور مثال سے اس کو سمجھیے۔ شریعت نے اذان کو نماز سے پہلے یا نومولود کے کان میں دینے کا حکم دیا ہے اب اگر کوئی شخص اسے دیگر موقعوں پر عمل میں لاتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ شریعت سے اس موقع پر اذان کہنے کی دلیل پیش کرے (اس کو تفصیلی دلیل کہتے ہیں)۔ صرف اذان کی فضیلت بیان کرنے سے وہ عمل جائز نہیں ہوگا (یہ عام دلیل ہوئی) بلکہ بدعت کے دائرے میں آجائے گا۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ کوئی چیز بدعت نہ ہو وہ بدعت کیسے بنتی ہے۔

جو چیز بدعت نہ ہو وہ بدعت کیسے بنتی ہے

بدعت صرف یہ نہیں کہ کوئی نئی عبادت اپنی طرف سے شروع کی جائے بلکہ اور بھی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے کوئی عمل بدعت بن جاتا ہے۔

شریعت کے بتائے ہوئے کسی عمل کو اس کے موقع محل سے ہٹانا

حدیث 14

عن نافع ان رجلا عطس الی جنب ابن عمر فقال الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ قال ابن عمر وانا اقول الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ ولیس ھکذا علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمنا ان نقول الحمد للہ علی کل حال قال (سنن الترمذی، کتاب الادب)

ترجمہ: حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سیدنا عبداللہ ابن عمرؓ کے قریب چھینک ماری اور خود ہی کہا: "الحمدللہ والسلام علی رسول اللہ" سیدنا ابن عمرؓ نے فرمایا: "یہ تو میں بھی کہتا ہوں کہ الحمدللہ و السلام علی رسول اللہ لیکن ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کی تعلیم نہیں دی، ہمیں اس موقع پر اس کی تعلیم دی ہے کہ ہم الحمدللہ علی کل حال کہا کریں۔"

کیونکہ چھینک کے بعد صرف الحمدللہ کہنا ہی شریعت سے ثابت ہے اس لیے سیدنا عبداللہ ابن عمرؓ نے درود شریف کا اضافہ کرنا جائز قرار نہیں دیا۔ یہی شریعت کا اصول ہے کہ اعمال میں جو کچھ شریعت نے بتایا ہے اسی طرح کرنا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے الحمدللہ سے پہلے درود شریف پڑھنے سے منع فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے الفاظ تھے:

"لیکن اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایسا کہنا نہیں سکھایا"

یعنی رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر درود شریف پڑھنا نہیں سکھایا اس لیے یہاں درود شریف پڑھنا بے موقع تھا۔ غور فرمایئے درود شریف پڑھنے کے کس قدر فضائل ہیں لیکن حضرت ابن عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی اس کو بے موقع پڑھنے سے منع فرما رہے ہیں۔

بات وہی ہے کہ عبادات کے معاملے میں ہمیں کوئی اختیار نہیں کہ جب جہاں چاہیں اپنی طرف سے اضافہ کردیں۔ بلکہ ہمیں اتباع کا حکم ہے۔ جہاں شریعت نے جو حکم فرمایا ویسا ہی کرنا ہے۔ نہ کم نہ زیادہ!

شرعی دلیل کے بغیر اپنی طرف سے کسی کام کو نیکی کا سمجھ کر کرنا

حدیث 15

عن مجاھد عن ابن عباس انه طاف مع معاویة بالبیت فجعل معاویة یستلم الارکان کلھا فقال له لم تستلم ھذین الرکنین ولم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یستلمھما فقال معاویة لیس شیء من البیت مھجورا فقال ابن عباس لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة سورة الاحزاب فقال معاویة صدقت (مسند احمد، مسند عبداللہ بن العباس، صحیح)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت معاویہؓ بیت اللہ شریف کا طواف کررہے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے بیت اللہ کے تمام کونوں کو بوسہ دیا، حضرت عباسؓ نے فرمایا: ”رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کونوں یعنی رکن یمانی اور حجر اسود کے علاوہ کسی اور گوشے کو بوسہ نہیں دیا کرتے تھے۔“ حضرت معاویہؓ نے فرمایا: ”اس مقدس گھر کی کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جس کو چھوڑا جائے۔“ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ”لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (تمہارے لیے رسول کی ذات میں بہترین نمونہ ہے)۔“ حضرت معاویہؓ نے فرمایا: ”آپ کا فرمانا صحیح ہے۔“ اگرچہ بیت اللہ کا ہر ذرہ متبرک ہے مگر ہمیں وہ عمل کرنا ہے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے

گو اس عمل پر کوئی منع نہیں تھی لیکن حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے صرف ایک دلیل دی کہ یہ عمل رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں اس لیے ہمیں نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت معاویہؓ کے عمل کے محرک پر آپ اگر غور کریں تو وہ حب بیت اللہ تھا۔ بہت سی بدعات جو ہمارے ہاں رائج ہیں ان کا سبب حب رسول ﷺ ہی ہے لیکن حضرت امیر معاویہؓ کے الفاظ پر غور فرمائیں:

”اگرچہ بیت اللہ کا ہر ذرہ متبرک ہے مگر ہمیں وہ عمل کرنا ہے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔“

یعنی محبت کا سب سے بڑا اظہار اتباع ہے۔ صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کے احترام میں آپ ﷺ کے تشریف لانے پر کھڑا ہونا چاہتے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے منع فرما دیا تو پھر اپنے جذبے کو چھوڑ کر اتباع اختیار کرلی۔

شریعت کے بتائے ہوئے کسی کام میں اپنی طرف سے قید بڑھانا

وہ کام جن کو شریعت نے کرنے کا حکم دیا ہے ان میں اپنی طرف سے قید لگائی جائے یا ان کی کیفیت بدل دی جائے یا اپنی طرف سے ان کے اوقات متعین کردیے جائیں ایسا کرنا بھی بدعت ہے۔ حضرت ابوہریرۃؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

حدیث 16

لا تختصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی ولا تخصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصومہ احدکم (صحیح مسلم، کتاب الصیام)

ترجمہ: جمعہ کی رات کو دوسری راتوں سے نماز اور قیام کے لیے خاص نہ کرو اور جمعہ کے دن کو دوسرے دنوں سے روزہ کے لیے خاص نہ کرو، البتہ اگر کوئی شخص روزے رکھتا ہو اور جمعہ کا دن بھی اس میں آجائے تو الگ بات ہے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا دن یقینا فضیلت والا ہے جو نماز جمعہ کی وجہ سے ہے۔ لیکن اس دن کی فضیلت کی وجہ سے جمعہ کی رات کو اپنی طرف سے عبادت کی رات بنانا صحیح نہیں۔ یعنی اپنی طرف سے کسی دن یا رات کی فضیلت اور برکت متعین نہیں کی جاسکتی۔

حدیث 17

قال عبداللہ لا یجعل احدکم للشیطان شیئا من صلاتہ یری ان حقا علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ لقد رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہ (صحیح البخاری، ابواب الصفۃ الصلاۃ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کے لیے کچھ حصہ نہ ٹھہرائے اس طور پر کہ نماز سے فارغ ہوتے وقت داہنی طرف ہی پھیرنے کو اپنے اوپر لازم سمجھ لے اس واسطے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بعض اوقات بائیں طرف بھی مڑتے دیکھا ہے

اس روایت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ باوجود یہ کہ رسول اللہ ﷺ بہت سارے امور میں داہنے پہلو کو ترجیح دیتے تھے، سلام کے بعد امام کا داہنی طرف بیٹھنے کو لازم سمجھ لینا شریعت میں زیادتی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اعمال کی جو کیفیت، وقت وغیرہ شریعت نے متعین کیے ہیں اپنی طرف سے اس میں کسی قسم کا اضافہ صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح شریعت نے کسی عمل کا جو درجہ مقرر کیا ہے اس کو اس درجے سے ہٹانا بھی بدعت ہے۔

بزرگان دین کے اعمال کو دینی اعمال بنانا

کسی اللہ والے کے اعمال کو دینی اعمال بنا کر پیش کرنا، اور سے ان سے بہت سا اجر و ثواب جوڑنا ہے وہ بھی بدعت میں شامل ہے۔ بڑی راتوں کے بہت سارے اعمال اسی طرح کے ہیں۔ حضور ﷺ کے وقت کی قائم شدہ سنتوں بعد اگر کسی کے عمل کو شریعت نے حجت مانا تو ہے تو وہ صرف خلفائے راشدینؓ کا عمل ہے اور وہ بھی اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم فرمایا ہے (دیکھیے حدیث 1، مزید دیکھیے شرعی مسائل کے حل کے ذرائع)۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

> ”حضرات صوفیا کی بات حل و حرمت (حلال و حرام) میں سند نہیں ہے یہی کافی ہے کہ ہم ان کو ملامت نہ کریں اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیں۔ اس جگہ امام ابوحنیفہؒ امام ابویوسفؒ اور امام محمد کا قول معتبر ہوگا نہ کہ شبلی اور ابوحسن نوری جیسے صوفیا کرام کا عمل۔“ (مکتوبات دفتر اول مکتوب 266)

بدعات میں خوبی

دنیا میں شاید ہی کوئی چیز ایسی ہو جس میں اس کی خرابی کے باوجود اس میں کوئی خوبی نہ ہو۔ شراب اور جوئے کے متعلق قرآن پاک میں آتا ہے:

آیت 4

فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (البقرة:219)

ترجمہ: ان دونوں (شراب اور جوئے) میں گناہ بڑا ہے اور لوگوں کے لیے ان میں کچھ منافع ہے

اس کے باوجود کہ ان میں منافع ہیں ان کی خرابیوں کی وجہ سے ان کو حرام قرار دے دیا گیا۔ اسی طرح بدعت کے محاسن اور خوبیاں بھی گنوائی جاسکتی ہیں لیکن جس چیز کو شریعت نے منع کردیا اس میں خوبیوں کا دعویٰ بہت بڑی جسارت ہے۔ درحقیقت وہ اعمال جن میں شریعت کی اصل نہیں اور لوگوں نے خود بنا رکھے ہوں شیطان انہیں ایسی زینت اور رونق دیتا ہے کہ دین ناواقف

لوگ اس کی چمک دمک میں کھو جاتے ہیں۔ اور حرص کے بندے اس کو بڑھاتے ہی رہتے ہیں یہاں تک کہ بہت سے لوگ اس فتنے میں پوری طرح ڈوب جاتے ہیں۔ ابلیس لعین نے کہہ دیا تھا:

آیت 5

قال رب بما اغویتنی لازینن لهم فی الارض ولاغوینهم اجمعین (الحجر:39)

ترجمہ: (شیطان نے) کہا کہ پروردگار جیسا تو نے مجھے رستے سے الگ کیا ہے میں بھی زمین میں لوگوں کے لیے (گناہوں) کو آراستہ کر دکھاؤں گا اور سب کو بہکاؤں گا

لیکن حق تعالی کا فرمان ہے:

آیت 6

قل هل ننبئكم بالاخسرين اعمالا () الذين ضل سعيهم فی الحياة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا() (الکهف: 104-103)

ترجمہ: آپ فرمایئے کہ میں تمھیں بتلاؤں کہ کون لوگ اپنے اعمال میں زیادہ خسارے والے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کی سعی و عمل دنیا کی زندگی میں ضائع اور بے کار ہوگئی اور وہ یہی سمجھ رہے ہیں کہ ہم اچھا عمل کررہے ہیں

اس لیے ایسا کوئی کام جس کی ضرورت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے زمانے اور بعد کے ادوار میں یکساں ہے ان میں کوئی ایسا طریقہ ایجاد کرنا جو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ سے ثابت نہیں تویہ بدعت قائم کرنا ہے۔ مثلا: ایصال ثواب کے وقت مختلف سورتوں کو پڑھنے کی پابندی، ایصال ثواب کے لیے تیجہ، چہلم وغیرہ کی پابندی، بڑی راتوں میں خود ایجاد کردہ نمازوں اور اذکار کی پابندی اور ان میں چراغاں وغیرہ اور پھر ان خود ایجاد چیزوں کو فرض و واجب کی طرح سمجھنا اور ان میں شریک نہ ہونے والوں پر لعن طعن کرنا وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ صدقہ خیرات، اموات کو ایصال ثواب، بڑی راتوں میں عبادات وغیرہ ان کی ضرورت جیسے آج ہے ایسے صحابہؓ کو بھی تھی ان کے ذریعہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کا ذوق و شوق جیسے آج کسی نیک بندے کو ہوسکتا ہے ان حضرات کو بھی تھا لیکن عبادات کا جو طریقہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحابؓ نے نہیں اختیار کیا وہ دیکھنے میں کتنا ہی دلکش نظر آئے وہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک اچھا نہیں۔ امام مالکؒ کا قول ہے:

ما لم يكن يومئذ دينا فلن يكون اليوم دينا (الاعتصام،للشاطبی)

ترجمہ: جو اُس زمانے میں دین نہیں تھا وہ آج بھی دین نہیں ہوسکتا

بدعت حسنہ کا مفہوم

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی

كل بدعة ضلالة

ترجمہ: ہر بدعت گمراہی ہے

کے بعد کسی بدعت میں حسن تلاش کرنا ایمان کو خطرے میں ڈالنا ہے۔ البتہ بعض علما نے بعض اعمال کے لیے بدعت حسنہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہ انہوں نے ان اعمال کے لیے کیا ہے جو شریعت کے اصولوں کے مطابق ہیں۔ گو احوال کے اعتبار سے ان کی صورت کچھ بدل گئی۔ تراویح اس کی مثال ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تراویح ادا کی اور چند دن بلا کسی اعلان کے جماعت کی شکل بھی بن گئی۔ لیکن فرض ہوجانے کے اندیشے کی وجہ سے آپ ﷺ نے اس کو جماعت سے پڑھنا موقوف فرما دیا تھا۔ سیدنا عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں اس کو ازسرنو جاری کیا جو بدعت نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ کا نعمۃ البدعۃ فرمانا بھی انہی معنوں میں تھا۔

بدعت حسنہ کا ایک اور مفہوم بھی ہے۔ اس سلسلے میں اعلیحضرت مولانا احمد رضا خانؒ کی یہ عبارت ملاحظہ ہو:

> "اذان کے بعد صلوۃ و سلام 781ھ میں سوموار کے دن عشاء کی نماز کے وقت شروع ہوا پھر جمعہ کے دن پھر دس سال کے بعد یعنی 791ھ میں مغرب کے سوا باقی تمام نمازوں کی اذان میں شروع کیا گیا اور وہ بدعت حسنہ ہے۔" (احکام شریعت ص، 118)

یہاں لفظ بدعت حسنہ، بدعت سئیہ کے مقابل لایا گیا ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے فتح مصر سے پہلے وہاں فاطمیوں کی حکومت تھی جو روافض یعنی شیعہ تھے۔ انہوں نے اذان میں، جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے لے کر اس وقت تک کسی اضافے کے بغیر دی جاتی تھی، السلام علی ملك الظاھر کا اضافہ کر دیا تھا۔ ان کی حکومت کے ایک صدی سے زائد عرصے میں اس پر عمل ہوتا رہا اور خود اہل سنت اس کو اذان کا حصہ سمجھ بیٹھے تھے (حاشیہ: 5)۔ سلطان صلاح الدینؒ کا مصر فتح کرنے کے بعد اس بدعت کو ختم کرنے کا ارادہ ہوا لیکن یکدم اس کو ختم کرنے سے عوام میں شورش برپا ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے السلام علی ملك الظاھر کو السلام علی رسول اللہ سے بدل ڈالا۔ جس سے ان کا مقصد اذان میں اضافے کی بدعت سئیہ کا خاتمہ تھا۔ چنانچہ جب حکومت کو استحکام حاصل ہوگیا تو اذان کو اس بدعت سے خالی کرلیا گیا۔

حاصل یہ ہے اگر کسی جگہ کوئی بدعت سئیہ قائم ہو تو اس کو احسن طریقے سے ختم کرنے کا نام بدعت حسنہ ہے۔ بدعت حسنہ اپنی مصلحت کے اعتبار سے حسنہ ہے کیونکہ ایک بڑی برائی کو ختم کرنا ہے۔ خود بدعت حسنہ میں کوئی حسن نہیں محض تقابل کی وجہ سے آرہا ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

حدیث 18

كل بدعة ضلالة

ترجمہ: ہر بدعت گمراہی ہے

5: بدعت کی اتنی سختی سے ممانعت کا یہی سبب ہے کہ بدعت بہت جلد دین ہی لگنے لگتی ہے اور حرص کے بندے اس کو اتنا بڑھا چڑھا دیتے ہیں کہ عام مسلمان دینی فرائض سے زیادہ اہتمام سے اس پر عمل کرتے ہیں۔

بدعت حسنہ کی تردید رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے

حدیث 19

جاء ثلاثة رهط الى بيوت ازواج النبي يسالون عن عبادة النبي فلما اخبروا كانهم تقالوها وقالوا اين نحن من النبي قد غفر له تقدم من ذنبه وما تاخر قال احدهم اما انا فاصلي الليل ابدا وقال الآخر وانا اصوم الدهر ولا افطر وقال الآخر وانا اعتزل النساء فلا اتزوج ابدا فجاء رسول الله اليهم فقال انتم الذين قلتم كذا و كذا اما والله انى لاخشاكم لله واتقاكم له لكني اصوم وافطر واصلي وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتي فليس مني (صحيح البخاري، كتاب النكاح)

ترجمہ: تین لوگ رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ ان سے آپ ﷺ کی عبادت کا حال دریافت فرمائیں، جب ان لوگوں کو آپ ﷺ کی عبادت کا حال بتلایا گیا تو انہوں نے آپ ﷺ کی عبادت کو کم خیال کرکے آپس میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں ہم کیا چیز ہیں، اللہ تعالیٰ نے تو آپ ﷺ کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کردیے ہیں ان میں سے ایک نے کہا کہ اب میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھوں گا، دوسرے نے کہا میں دن کو ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی افطار نہ کروں گا تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی نکاح نہ کروں گا (ابھی یہ بات کر ہی رہے تھے) کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ تم لوگوں نے یوں کہا ہے خبردار میں تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور تم سے زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہوں لیکن باوجود اس کے میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں (یہی سنت طریقہ ہے لہذا) جو شخص میری سنت سے انحراف کرے گا وہ مجھ سے نہیں (یعنی میری جماعت سے خارج ہے)

اس حدیث میں صحابہ کرامؓ نے اپنے فہم کے مطابق کثرت عمل کا ارادہ کیا تھا جو دراصل بدعت حسنہ ہے، لیکن چونکہ ان حضراتؓ کا عمل سنت طریقے کے خلاف تھا اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ناپسند فرمایا اور منع فرما دیا۔ بدعت حسنہ کی روح یا فلسفہ یہی ہے کہ اعمال میں اپنے طور پر کچھ رد و بدل کرلیا جائے تاکہ ثواب زیادہ ملے لیکن رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ علمائے اہل سنت والجماعت بدعت کے معاملے میں کس قدر حساس اور سنجیدہ ہیں۔

اہلسنت و الجماعت کے امام، امام مالکؒ (امام دار الهجرة) کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے سوال کیا کہ میں احرام کہاں سے باندھوں؟ آپؒ نے جواب دیا کہ ذوالحلیفہ سے جہاں سے رسول اللہ ﷺ نے باندھا تھا۔ جواب میں اس شخص نے کہا کہ میں چاہتا کہ مسجد نبوی میں قبر اطہر کے پاس باندھوں۔ امام مالکؒ نے فرمایا ایسا مت کرنا مجھے تجھ پر فتنے کا اندیشہ ہے۔ اس شخص نے کہا کہ اس میں فتنے کا کیا اندیشہ ہے بلکہ اس سے تو مسافت میں اضافہ ہوجائے گا (یعنی ایسا کرنے سے مجھے حالت احرام میں زیادہ مسافت طے کرنے کا اجر ملے گا)۔ اس پر امام مالکؒ نے فرمایا:

واى فتنة اعظم من ان ترى انك سبقت الى فضيلة قصر عنها رسول الله ﷺ (الاعتصام للشاطبي)

ترجمہ: اس سے بڑھ کر فتنہ کیا ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ کے عمل سے بڑھ کر رہا ہے

میں نے اللہ پاک کا فرمان سنا ہے:

فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم (النور:63)

ترجمہ: تو جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو

یہ واقعہ بدعتی ذہن کی بھرپور عکاسی کرتا ہے کہ آخر ایسا کرنے میں کیا خرابی ہے؟ لیکن امام مالکؒ نے اس کا جواب یوں دیا ہے:

"جو شخص بدعت ایجاد کرتا ہے اور اس کو ثواب کا کام سمجھتا ہے گویا وہ یہ دعوی کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معاذ اللہ رسالت میں خیانت کرکے پوری بات امت کو نہیں بتلائی۔ " (الاعتصام، للشاطبیؒ)

اب مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی اس روایت کو پڑھیے وہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حدیث 20

لیس من عمل یقرب الی الجنۃ الا وقد امرتکم بہ ولا عمل یقرب الی النار الا قد نہیتکم عنہ

ترجمہ:"جنت کے نزدیک لے جانے والا کوئی ایسا عمل نہیں جس کا میں تمہیں حکم نہ دے چکا ہوں اور دوزخ تک پہنچانے والا بھی ایسا کوئی عمل نہیں جس سے میں تمہیں منع نہ کرچکا ہوں۔"

یعنی رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالی کا دین کامل مکمل طریقے سے جس طرح آپ ﷺ پر اترا تھا اسی طرح امت کو پہنچایا ہے۔ جنت میں لے جانے والے تمام اعمال کا صاف صاف حکم دیا اور جہنم والے تمام اعمال سے منع فرمایا ہے۔ اب ان میں رد و بدل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

بدعت اور مباح میں فرق

بدعت کے مفہوم کو سمجھنے کے لیے بدعت اور مباح کا فرق جاننا بھی بہت ضروری ہے۔ بدعت اور مباح دونوں شرعی اصطلاحات ہیں جن کے مفہوم میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس فرق کو سمجھنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ شریعت میں اعمال کی تقسیم ہے۔ یہ تقسیم اس طرح ہے:

- فرض: جس کا کرنا لازم ہے، انکار سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ مثلا: نماز فرض ہے، روزہ فرض ہے۔
- واجب: اس کا کرنا بھی لازم ہے، انکار سے انسان دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ مثلا: وتر کی نماز واجب ہے۔
- سنت: اس کا کرنا ضروری ہے بلاضرورت چھوڑنے والا گناہگار ہوتا ہے۔ مثلا: مغرب کے فرض کے بعد کی دو رکعتیں سنت ہیں۔ اس کی پھر دو قسمیں ہیں۔
  - حرام: جس کا چھوڑنا لازم ہے، انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ مثلا: شراب حرام ہے۔
  - مکروہ: جس کا چھوڑنا لازم ہے، انکار سے انسان دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ سگریٹ نوشی مکروہ ہے۔
  - مستحب (نفل): کرنے سے ثواب ملتا ہے نہ کرنے سے گناہ نہیں ہوتا۔ مثلا: چاشت کی نماز مستحب ہے۔

• مباح: جس کے کرنے سے نہ کوئی ثواب ہے نہ کوئی گناہ۔ مثلا: چائے پینا مباح ہے۔

اعمال کے یہ درجے شریعت کے دلائل (قرآن سنت اور اجماع) سے ثابت ہوتے ہیں۔

اب ہم بدعت اور مباح میں فرق دیکھتے ہیں۔

جب کسی عمل کو مباح کہا جاتا ہے تو اس سے مراد ایسا عمل ہے جس کے بارے شریعت میں نہ منع آئی ہو اور نہ جواز اور اس کو اختیار کرنے سے کوئی پکڑ یا مواخذہ نہ ہوگا۔ مثلا: شربت پینا ایک مباح عمل ہے جس کے پینے پر نہ کوئی ثواب ملتا ہے نہ کوئی گناہ ہوتا ہے۔ مباح کے برعکس بدعت کو نیکی اور ثواب کا کام سمجھ کر کیا جاتا ہے اور اس پر آخرت میں اجر ملنے کی امید ہوتی ہے۔ حالانکہ کسی عمل پر ثواب کا حکم صرف شریعت لگا سکتی ہے ہم اپنی طرف سے ایسا کوئی حکم نہیں لگا سکتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب کسی عمل کو نیکی کا کام سمجھ کر کیا جاتا ہے اور اس پر ثواب کی امید ہوتی ہے تو پھر وہ مباح نہیں رہتا بلکہ شریعت کے بتائے ہوئے اعمال میں سے ہوجاتا ہے جس کا ادنی درجہ مستحب (نفل) ہے اور مستحب ایک حکم شرعی ہے جس کے لیے شریعت (قرآن و سنت اور اجماع) سے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ صرف اتنا کافی نہیں ہوتا کہ اس پر کوئی منع تو نہیں آئی ہے۔ اگر کسی پر کام پر شریعت میں منع آئی ہے تو وہ بدعات میں سے نہیں رہتا بلکہ وہ پھر حرام یا مکروہ کے درجے میں ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: لیس علیہ امرنا یعنی ایسا عمل جس پر ہمارا ثبوت موجود نہیں وہ مردود ہوگا۔ یہ نہیں کہ جس کو ہم نے منع فرمایا وہ مردود ہوگا۔

کسی کام کا منع نہ ہونا اس کے جائز ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا

آیت 7

یاایھا الذین آمنوا لاتسالوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم (المائدہ:102)

ترجمہ: اے ایمان والو ان چیزوں کے متعلق سوال نہ کرو کہ اگر تم پر کھول دی جائیں تو تم کو بری لگیں

یعنی ان کا بیان نہ کرنا بلکہ اس کے بارے میں سوال کرنے سے ڈرانا اس بات کی دلیل ہے کہ جن چیزوں کے بارے میں شریعت خاموش ہے ان میں بہت سی چیزوں کے ناجائز ہونے کا احتمال تھا نہ کہ حلال ہونے کا اور یہ احتمال تقاضا کرتا ہے کہ انسان ہر وہ کام جس کی دلیل شریعت سے نہ ملے اس میں پڑنے سے بچے۔

حدیث 21

وعن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان الحلال بین وان الحرام بین وبینھما مشتبھات لا یعلمھن کثیر من الناس فمن اتقی الشبھات استبرا لدینہ وعرضہ ومن وقع فی الشبھات وقع فی الحرام (صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ)

ترجمہ: حضرت نعمان ابن بشیر روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ”حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہات ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے جو شخص مشتبہات (جن کے بارے میں شبہ ہو) سے کنارہ کشی کرے اس نے اپنا دین اور اپنی عزت بچا لی اور جو ان میں جا پڑا وہ حرام ہی میں جا پڑا

ایک اہم اصول

اللہ تعالٰی نے اس دنیا میں جو چیزیں پیدا کی ہیں اور ان میں جو دنیاوی منافع ہیں وہ انسانوں کے لیے اصلا حلال ہیں۔ اس کو یوں بھی کہا جاتا ہے کہ ”اصل ہر چیز میں اباحت ہے۔“ یعنی اللہ کی تمام زمین اور اس سے نکلی تمام نعمتیں انسانوں کے لیے اصلا حلال ہیں۔ ان کو برتنے کی اجازت ہے۔ ان میں حرام وہی چیز ہے جسے شریعت نے حرام فرمایا ہے۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے:

آیت 8

هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا (البقرۃ:29)

ترجمہ: وہ ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لیے جو کچھ زمین میں ہیں

لیکن اس اصول کا تعلق صرف دنیاوی امور سے ہے۔فرمایا:

فی الارض جمیعا

ترجمہ:جوکچھ زمین میں ہے

عبادات اور طاعات سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ عبادات اور طاعات کے لیے شریعت (قرآن وسنت) سے نقل درکار ہے۔

سنت کی حیثیت رسول اللہ ﷺ کی نظر میں

سیدۃ عائشہؓ کے حوالے سے روایت آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حدیث 22

ستة لعنتهم لعنهم الله وكل نبی (الحدیث) (سنن الترمذی، کتاب القدر، حسن)

ترجمہ: چھ قسم کے لوگ ہیں جن پر میں بھی لعنت بھیجتا ہوں، اللہ تعالٰی بھی ان پر لعنت نازل کرے اور ہر نبی کی (لعنت بھی)

ان چھ میں سے چھٹا ہے:

والتارك لسنتی

ترجمہ: میری سنت کو چھوڑنے والا

جب بعض صحابہ کرامؓ نے اپنے طور پر کچھ عبادات مقرر کیں تو ان کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حدیث 23

فمن رغب عن سنتی فلیس منی (الحدیث) (صحیح البخاری، کتاب النکاح)

ترجمہ: جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا تو وہ میرا نہیں

جو اپنی طرف سے زیادہ ثواب کمانے کی کوشش میں اعمال ایجاد کرے ایسوں کو رسول اللہ ﷺ نے اپنا ماننے سے انکار فرمایا ہے۔

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ جمعہ میں پر زور اور بلند آواز سے یہ الفاظ فرماتے تھے:

حدیث 24

اما بعد خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمد وشر الامور محدثاتھا و کل بدعة ضلالة (صحیح مسلم، کتاب الجمعة)

ترجمہ: بہترین بیان اللہ کی کتاب ہے اور بہترین نمونہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے اور بدترین کام (دین) میں نئے کام (بدعات) جاری کرنا ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں:

> "مومن پر لازم ہے کہ وہ اہل سنت و الجماعت کی پیروی کرے۔ سنت وہ چیز ہے جو رسول اللہ ﷺ نے مسنون قرار دی اور جماعت وہ (امور) جن پر صحابہ کرامؓ اور چاروں خلفا کی خلافت میں اتفاق کیا گیا۔"

رسول اللہ ﷺ کا کسی عمل کو نہ کرنا بھی سنت ہے جیسا آپ ﷺ کا کرنا سنت ہے

حدیث 25

ان اللہ یحب ان تؤتی رخصه کما یحب ان تؤتی عزائمه (الترغیب والترھیب)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جیسے عزائم (حاشیہ: 6) کی ادائیگی کو پسند کرتا ہے اسی طرح وہ اس کو بھی پسند کرتا ہے کہ اس کی رخصتوں (خاص حالت کے حکم) پر بھی عمل کیا جائے

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا قول ہے:

حدیث 26

ان رفعکم ایدیکم بدعة ما زاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ھذا یعنی الی الصدر (مسند احمد)

ترجمہ: تمہارا (اس طرح) ہاتھ اٹھانا بدعت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے (دعا میں سینہ مبارک سے) اوپر ہاتھ نہیں اٹھائے

اسی لیے فقہا کرامؒ بہت سارے کاموں کو صرف اس لیے منع فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا کرنا ثابت نہیں ہے۔ مثلا عید گاہ میں نماز عید سے پہلے نماز پڑھنے سے منع کیا جاتا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔ گویا آپ ﷺ سے کسی عمل کا ثبوت نہ ہونا ہی کافی ہے کہ وہ دین کا حصہ نہیں ہے۔

6: عزائم، عام حالت کے حکم جیسے اپنے گھر میں انسان پوری نماز پڑھتا ہے۔ رخصت، خاص حالت کے حکم جیسے سفر میں نماز قصر کرتا ہے۔

بدعات کا سبب

حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حدیث 27

وانہ سیخرج فی امتی اقوام تجاری بھم تلك الاھواء کما یتجاری الکلب بصاحبہ لا یبقی منہ عرق ولا مفصل الا دخلہ

(سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، حسن)

ترجمہ: اور میری امت میں کئی قومیں پیدا ہوں گی جن میں خواہشات نفس اس طرح سرایت کرجائیں گی جس طرح باؤلے کتے کا زہر آدمی میں سرایت کر جاتا ہے کہ کوئی رگ اور کوئی جوڑ اس سے باقی نہیں رہتا

اس حدیث شریف میں آپ ﷺ نے بدعت کی ایجاد کا سبب بتایا ہے اور وہ ہے: ”خواہشات نفس“ جو شیطان کا ہتھیار ہے۔

سیدنا صدیق اکبرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا:

حدیث 28

ان ابلیس قال اھلکتھم بالذنوب فاھلکونی بالاستغفار فلمء رایت ذلك اھلکتھم بالاھواء فھم یحسبون ان ھم مھتدون فلا یستغفرون (الترغیب والترھیب)

ترجمہ: ابلیس کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں میں مبتلا کرکے برباد کردیا تو لوگوں نے مجھے توبہ و استغفار سے ہلاک کردیا، جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے خواہشات نفس میں ان کو مبتلا کرکے ہلاک کردیا، پس وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں پس توبہ و استغفار نہیں کرتے

اس روایت سے صاف ظاہر ہوا کہ بدعات سنت کے مقابلے میں شیطان کی ایجاد ہیں۔ بدعات اختیار کرنے والا اصلا شیطان کا تابعدار ہوتا ہے۔ اس کا تمام مجاہدہ، تمام محنت ضائع ہونے والی ہے بلکہ گناہ کا باعث ہے کہ بدعت کو نیکی سمجھ کر کرنا اللہ کے دین کو بدلنا ہے۔

صحابہ کرام کا رد بدعت

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ انہ قال اتبعوا آثارنا ولا تبتدعوا فقد کفیتم (شعب الایمان للبیہقی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا: ”تم لوگ ہمارے آثار کا اتباع کرو اور بدعتیں نہ گھڑو اس لیے کہ تم کفایت کیے گئے ہو۔“

”تم کفایت کیے گئے ہو“ یعنی تمہارے لیے عبادات کا تعین ہوچکا ہے۔

ذیل میں چند مثالیں پیش خدمت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ نے سنت میں کسی طرح کا اضافہ یا تبدیلی گوارا نہیں کی۔

مثال 1: عقیقے میں اونٹ کی قربانی

مستدرک حاکم، کتاب الاضاحی کی ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کے بھائی عبدالرحمن کے گھر اولاد نہیں ہوتی تھی تو گھر کی کسی عورت نے نذر مانی کہ اگر عبدالرحمن کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو ہم عقیقے میں ایک اونٹ ذبح کریں گے۔ اس پر سیدۃ عائشہؓ نے فرمایا:

حدیث 29

لا بل السنة افضل عن الغلام شاتان مکافئتان وعن الجارية شاة

ترجمہ: نہیں بلکہ سنت ہی افضل ہے وہ یہ کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (کافی) ہے

بظاہر اونٹ کی قربانی سے زیادہ ثواب حاصل ہونا چاہیے لیکن سیدہ عائشہؓ نے اتباع سنت ہی پر زور دیا اور اپنی مرضی سے کسی اضافے کی اجازت نہیں دی۔

مثال 2: چاشت کی نماز اجتماعی طور پر ادا کرنا بدعت ہے

حدیث 30

عن مجاهد قال دخلت انا وعروة بن الزبير المسجد فاذا عبد الله بن عمر جالس الى حجرة عائشة واذا ناس يصلون الضحى فسالناه عن صلاتهم فقال بدعة (صحيح البخاري، كتاب العمرة)

ترجمہ: حضرت مجاہدؒ نے بیان کیا کہ میں اور عروہ بن زبیر مسجد نبوی میں داخل ہوئے وہاں عبداللہ بن عمرؓ حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کچھ لوگ جمع ہوکر مسجد نبوی میں چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے۔ ہم نے عبداللہ بن عمرؓ سے ان لوگوں کی اس نماز کے متعلق پوچھا تو آپؓ نے فرمایا کہ بدعت ہے

چاشت کی نماز اپنی جگہ پر ثابت ہے لیکن اجتماعی طور پر پڑھنے کا ثبوت نہیں اس لیے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے اس طور پر پڑھنے کو بدعت قرار دیا۔

حدیث 31

مثال 3: زور سے بسم اللہ پڑھنا

عن ابن عبد الله بن مغفل قال سمعني ابي وانا في الصلاة اقول بسم الله الرحمن الرحيم فقال لي اي بني محدث اياك والحدث قال ولم ار احدا من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كان ابغض اليه الحدث في الاسلام يعني منه قال وقد صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم ومع ابي بكر ومع عمر ومع عثمان فلم اسمع احدا منهم يقولها فلا تقلها اذا انت صليت فقل الحمد لله رب العالمين قال (سنن الترمذي، كتاب الصلاة)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مغفل بتاتے ہیں کہ میں نے نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم زور سے پڑھی جو میرے والد نے سنی تو مجھ سے کہا: ”یہ بدعت ہے اور تم بدعت سے دور رہو۔“ راوی مزید کہتے ہیں: ”میں نے اصحاب رسول ﷺ میں ان

سے زیادہ اسلام میں بدعت سے نفرت کرنے والے نہیں دیکھا۔" اور میرے والد صاحب نے فرمایا کہ میں نے اصحاب رسول ﷺ اور ابوبکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ کے ساتھ نماز مگر کسی کو بلند آواز سے اس (بسم اللہ) کو پڑھتے نہیں سنا۔"

مثال 4: بیٹھ کر خطبہ دینا بدعت ہے

ابی عبیدہ کعب بن عجرۃ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عبدالرحمن بن الحکم کو (خلاف سنت) بیٹھ کر خطبہ دیتے دیکھا تو فرمایا:

حدیث 32

انظروا الی ھذا الخبیث یخطب قاعدا (صحیح مسلم، کتاب الجمعة)

ترجمہ: دیکھو یہ خبیث بیٹھ کر خطبہ دیتا ہے

مثال 5: اجتماعی ذکر

سنن الدارمی میں سیدنا عبداللہ ابن مسعود کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کا گزر مسجد میں ذکر کرنے والوں کی ایک جماعت پر ہوا جس میں ایک شخص کہتا تھا، سو مرتبہ اللہ اکبر پڑھو تو حلقے میں موجود لوگ کنکریوں پر سو مرتبہ تکبیر کہتے، پھر وہ کہتا سو بار لا الہ الا اللہ پڑھو تو وہ سو بار لا الہ الا اللہ پڑھتے، سیدنا عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا: "تم ان کنکریوں پر کیا پڑھتے تھے؟"۔ وہ کہنے لگے: "ہم تکبیر و تہلیل پڑھتے ہیں۔" آپؓ نے فرمایا:

حدیث 33

فعدوا سیئاتکم

ترجمہ: تم ان کنکریوں پر اپنے گناہ شمار کیا کرو

آگے ان سے فرمایا:

مفتتحو باب ضلالة

ترجمہ: تم بدعت اور گمراہی کا دروازہ کھولتے ہو

اگرچہ ذکر وتسبیح کے بے شمار فضائل آئے ہیں لیکن سیدنا عبداللہ ابن مسعودؓ نے ان تمام فضائل کے باوجود ذکر و تسبیح میں اپنا طریقہ ایجاد کرنے کو بدعت قرار دیا۔

مثال 6: فجر کی سنتوں کے بعد دو رکعتوں سے زیادہ نماز پڑھنا

مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ میں ایک روایت میں کہ حضرت سعید بن مسیبؒ (تابعی) نے ایک شخص کو فجر کی نماز سے پہلے دو رکعتوں سے زیادہ نماز پڑھتے دیکھا تو اس کو اس سے منع فرمایا۔ اس پر وہ شخص بولا:

حدیث 34

یا ابا محمد، یعذبنی اللہ علی الصلاۃ

ترجمہ: "اے ابو محمد (یعنی سعید ابن مسیب) کیا اللہ مجھے نماز پڑھنے پر سزا دے گا؟"

قال لا ولكن يعذبك على خلاف السنة

آپؒ نے جواب دیا: ''(عبادت پر) نہیں لیکن تجھے سنت کی مخالفت پر سزا دیں گے۔''

آپؒ کا یہ سخت جواب اس لیے تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک فرمان کے مطابق فجر کی نماز کا وقت شروع ہوجائے تو صرف فجر کی دو سنتیں پڑھ سکتے ہیں۔

مثال 7: خطبے کے وقت دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرنا

حضرت عمارہ بن رویبہ نے بشر بن مروان کو خطبہ میں کے وقت دونوں ہاتھ خلاف سنت اٹھاتے دیکھ کر فرمایا:

حدیث 35

قبح اللہ ھاتین الیدیتین القصیرتین القصیرتین لقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما یزید علی ان یقول ھکذا واشار ھشیم بالسبابۃ (سنن الترمذی، کتاب الصلاۃ، صحیح)

ترجمہ: اللہ ان چھوٹے چھوٹے دونوں ہاتھوں کو برباد کردے میں نے رسول اللہ ﷺ کو (خطبے میں) اس طرح ہاتھ اٹھاتے نہیں دیکھا اور ہشیم (راوی حدیث) نے اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کیا

غور فرمائیں، خطبے کے وقت دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرنا آپ ﷺ کا طریقہ نہیں تھا بلکہ شہادت کی انگلی سے اشارہ فرماتے تھے، اس لیے اس کے خلاف کرنے والے کو حضرت عمارہؓ بن رویبہ نے بددعا دی۔

مثال 8: تثویب کا رد

ابوداؤد کی ایک روایت میں حضرت مجاہدؒ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ ایک مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے داخل ہوئے۔ ایک شخص نے (الصلوۃ، الصلوۃ کے ساتھ) تثویب (جو نماز کی یاددہانی کے کہی جاتی ہے) شروع کردی۔ سیدنا ابن عمرؓ نے (حضرت مجاہدؒ) سے کہا:

حدیث 36

اخرج بنا فان ھذہ بدعۃ (سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، حسن)

ترجمہ: مجھے یہاں سے لے چل اس لیے کہ یہ بدعت ہے

یہ تھی صحابہ کرامؓ کی دینی غیرت کہ بدعت کو ایک لمحے کے لیے بھی گوارا نہیں کیا اور اس مسجد میں نماز بھی نہیں پڑھی۔ ظاہر ہے کہ اس شخص نے کوئی برا کام نہیں کیا تھا بلکہ لوگوں کو نماز کی دعوت دی تھی۔ لیکن کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں اذان کے بعد صرف اقامت کہی جاتی تھی، یہ تثویب نئی چیز تھی اس لیے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس پر بدعت کا فتوی دیا۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا یہ ارشاد اور عمل اس بات کی دلیل ہے جو کام شریعت جس طرح ثابت ہوا ہو اس پر زیادہ کرنا منع ہے۔

حدیث 37

روی ان علیا رای مؤذنا یثوب فی العشاء فقال اخرجوا ھذا المبتدع من المسجد وعن ابن عمر مثلہ (بحر الرائق، کتاب الصلاۃ)

ترجمہ: حضرت علیؓ نے ایک موذن کو عشا کی نماز کے لیے تثویب کرتے دیکھا اور فرمایا: ”اس بدعتی کو مسجد سے نکال دو“، اور حضرت ابن عمرؓ سے بھی ایسی روایت آئی ہے

بدعت کی نحوست

بدعت اور بدعتی کی تردید اور مذمت کے لیے احادیث میں کیا آیا ہے اس کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

بدعتی سے رسول اللہ ﷺ لاتعلق ہیں

حدیث 38

عن سھل بن سعد قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی فرطکم علی الحوض من مر علی شرب ومن شرب لم یظما ابدا لیردن علی اقوام اعرفھم ویعرفونی ثم یحال بینی وبینھم فاقول انھم منی فیقال انك لا تدری ما احدثوا بعدك فاقول سحقا سحقا لمن غیر بعدی (صحیح البخاری، صحیح مسلم)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں حوض کوثر پر تم سے پہلے موجود ہوں گا جو شخص میرے پاس آئے گا وہ اس کا پانی پیے گا اور جو شخص ایک بار پی لے گا پھر اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی کچھ لو وہاں میرے پاس آئیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے مگر میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ ڈال دی جائے گی میں کہوں گا کہ یہ میری امت کے لوگ ہیں پس (مجھ سے کہا) جائے گا آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا بدعات گھڑی ہیں یہ سن کر میں کہوں گا پھٹکار پھٹکار ان لوگوں کے لیے جنھوں نے میرے بعد دین بدل ڈالا۔“

حدیث 39

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعائشۃ یا عائشۃ ان الذین فرقوا دینھم و کانوا شیعا اصحاب البدع واھل الاھواء واصحاب الضلالۃ لیس لھم توبۃ انا منھم بریء وھم منی برآء (شعب الایمان للبیہقی)

ترجمہ: سیدنا عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہؓ سے فرمایا: ”اے عائشہؓ جن لوگوں نے دین پارہ پارہ کیا اور فرقوں میں بٹ گئے، وہ اہل بدعت، خواہش پرست، گمراہ طبقے ہیں ان کے لیے توبہ بھی نہیں، میں ان سے بری اور وہ مجھ سے بری۔“

بدعتی کا کوئی عمل قبول نہیں

حدیث 40

عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقبل اللہ لصاحب بدعۃ صوما ولا صلاۃ ولا صدقۃ ولا حجا ولا عمرۃ ولا جھادا ولا صرفا ولا عدلا یخرج من الاسلام کما تخرج الشعرۃ من العجین (سنن ابن ماجہ، کتاب المقدمۃ)

ترجمہ: اللہ تعالی بدعتی کا نہ روزہ قبول فرماتا ہے اور نہ نماز نہ صدقہ نہ حج نہ عمرہ نہ جہاد نہ کوئی فرض عبادت نہ کوئی نفل عبادت، وہ اسلام سےایسے نکل جاتا ہے جس طرح گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے

حدیث 41

عن عبداللہ بن عباس ابی اللہ ان یقبل عمل صاحب بدعۃ حتی یدع بدعتہ (سنن ابن ماجہ، کتاب المقدمۃ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالی نے بدعتی کے کسی عمل کو قبول کرنے سے انکار کردیا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی بدعت کو ترک نہ کردے۔"

بدعتی رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نہ پائے گا

حدیث 42

حلت شفاعتی لامتی الا صاحب بدعۃ (الاعتصام، الشاطبی، الباب الثانی)

ترجمہ: بدعتی کے سوا ہر امتی کے لیے میری شفاعت ہوگی

بدعتی پر توبہ کا دروازہ بند ہے

حدیث 43

ان اللہ حجب التوبۃ عن صاحب بدعۃ حتی یدع بدعتہ (الطبرانی، الترغیب والترھیب)

ترجمہ: اللہ نے بدعتی سے توبہ کا دروازہ بند کردیا ہے یہاں تک کہ وہ بدعت چھوڑ دے

عقلی طور پر بھی یہ بات بالکل درست ہے اس لیے کہ جب بدعتی اپنی بدعت کو ثواب کا کام سمجھ کر کرتا ہے تو اس سے وہ توبہ کیوں کرے گا۔ توبہ تو گناہوں پر کی جاتی ہے نہ کہ نیکیوں پر!

اہل سنت و اہل بدعت کی پہچان

اگر اہل سنت اور اہل بدعت کی پہچان کے لیے دو باتیں یاد رکھ لی جائیں تو اللہ تعالی سے امید ہے کہ راہ حق روشن ہوجائے گی۔ پہلی بات تو یہ کہ اللہ کے یہاں صرف وہی عمل قابل قبول ہے جو صرف اور صرف اسی جل شانہ کے لیے کیا جائے۔ معمولی آمیزش بھی اس کو قبول نہیں۔ اس کو اخلاص کہتے ہیں۔ اس کا فرمان ہے:

آیت 9

قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین (الانعام: 162)

ترجمہ: کہہ دو کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے

اخلاص کے بعد دوسری علامت اتباع رسول ﷺ ہے۔ جو خود امر الہی ہے۔ اتباع ہی معیار حب رسول ﷺ ہے۔ اور اتباع بھی کامل ہی درکار ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

حدیث 44

لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ (اربعین النووی)

ترجمہ: تم میں کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس اس کے تابع نہ ہو جو میں لایا ہوں

فرمان باری تعالیٰ ہے:

آیت 10

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الآخر (الاحزاب:21)

ترجمہ: تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے اس شخص کے لیے جسے خدا (سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی اُمید ہو

حضرت فضیل بن عیاضؒ کی یہ نصیحت ہمیشہ پیش نظر رہے:

اخلصہ واصوبہ قالوا یا ابا علی ما اخلصہ واصوبہ قال ان العمل اذا کان خالصا ولم یکن صوابا لم یقبل واذا کان صوابا ولم یکن خالصا لم یقبل حتی یکون خالصا صوابا والخالص ان یکون للہ والصواب ان یکون علی السنۃ

ترجمہ: اپنے عمل میں اخلاص اختیار کرو اور اس میں راستگی اختیار کرو، لوگوں نے پوچھا اے ابا علی (یعنی حضرت فضیلؒ) یہ اخلاص کیا چیز ہے اور یہ راستگی کیا ہے؟ انہوں (فضیلؒ) نے فرمایا: ''اگر عمل میں اخلاص ہو اور راستگی نہ ہو وہ قبول نہیں، اور اگر اس میں راستگی ہو لیکن اخلاص نہ ہو وہ بھی قبول نہیں۔ (قبول اسی وقت ہے) جب تک خالص ہو اور راست ہو، اور (عمل کا) خالص ہونا یہ ہے کہ صرف اللہ جل شانہ کے لیے ہو اور (عمل کا) راست ہونا یہ ہے کہ وہ سنت کے مطابق ہو

بس یہی معیار سنت و بدعت ہے۔

ہر وہ عمل جو سنت سے ہٹ کر ہو اس کو ترک کر دیاجائے۔ اگر مگر اور چونکہ چنانچہ کے سابقوں لاحقوں کے ساتھ والے عمل سے دوررہنے ہی میں عافیت ہے۔ اپنا شعار اتباع سنت کو بنانا ہی دین ودنیا کی فلاح کا ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے دنیا طلبی ہے۔

آیت 11

منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ (آل عمران:152)

ترجمہ: بعض تو تم میں سے دنیا کے طلب گارتھے اور بعض آخرت کے طالب